سول سوسائٹی کا مطلب مذہبی معاشرے کا انہدام

انہدام کا عمل کس طرح مکمل ہوتا ہے؟

پاکستان میں سول معاشرے کی قیام استعماری حکمت عملی کا اہم حصہ ہے۔ ڈاکٹر محبوب الحق سنٹر کی سالانہ رپورٹ برائے 1999ء میں اس حکمت عملی کی تفصیل بتائی گئی تھی جس کے ذریعہ پاکستانی معاشرہ کو سول معاشرہ میں تبدیل کیا جاسکتا تھا۔ پاکستان میں سول معاشرہ کے قیام کا مقصد دراصل اسلام کا خاتمہ ہے۔ اسلام کو ختم کرنے کے دو طریقے ہیں:

ا۔ اسلام کو یکسر رد کردیا جائے۔

ب۔ اسلام کی اس تعبیر کو نہ مانا جائے جس پر امت کا اجماع ہے بلکہ اسلام کی لبرل تعبیر کی جائے جس کے نتیجہ میں اسلام خدا کی منشا اور مرضی کے حصول کا ذریعہ نہ رہ جائے بلکہ افراد، یا قوموں کی خواہشات کے حصول کا ذریعہ بن جائے۔

جدیدیت میں پہلے اجتماع کو رد کیا جاتا ہے:

تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ اس سلسلہ میں دوسرا راستہ پہلے استعمال کیا جائے گا جدیدیت کو مقبول بنانے کا طریقہ اجماع کا انکار ہے۔ اس کے نتیجہ میں ایک عرصہ گزرنے کے بعد اس بات کا امکان پیدا ہوجاتا ہے کہ مذہب کو یکسر طور پر رد کیا جاسکے۔ یورپ میں ردعیسائیت کی تحریکوں میں شروع شروع میں یہ ہمت نہیں تھی کہ وہ عیسائیت کا براہ راست انکار کرسکیں۔ ان تحریکوں نے اوّل اوّل جس چیز کا رد کیا وہ عیسائیت نہیں تھی بلکہ عیسائیت کی اجتماعی تعبیر تھی۔ عیسائیت کی اجتماعی تعبیر کو رد کرنے کے لیے عیسائیت کی لبرل تعبیر کی گئی جس کے نتیجہ میں عیسائیت خدا کی مرضی اور منشا معلوم کرنے کا ذریعہ نہ رہی بلکہ افراد اور قوموں کی خواہشات کے حصول کا ذریعہ بن گئی۔

عیسائیت کی لبرل تحریک: تحریک اصلاح:

عیسائیت کی اس لبرل تعبیر کو تحریک اصلاح کا نام دیا گیا ہے۔ عیسائیت کی اس لبرل تعبیر کے نتیجہ میں دو سو سال کے اندر اس بات کے امکانات پیدا ہوگئے کہ عیسائیت کو یکسر رد کیا جاسکے۔ تحریک اصلاح کے بانی مارٹن لوتھر نے 16 ویں صدی کے وسط میں عیسائیت کی اجتماعی تعبیر کو رد کرنے کی بات شروع کی۔ اس نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ انجیل مقدس کو سمجھنے کے لیے کلیسا کا اجماع، روایات اور ادارے ضروری نہیں ہیں بلکہ ہر شخص اور ہر گروہ اور قوم اپنے ضمیر، خواہش اور عقل کے مطابق انجیل مقدس کی تعبیر کرسکتے ہیں۔ اسی کی بدولت یہ ممکن ہوا کہ 19 ویں صدی کے وسط میں یورپی مفکرین خدا کا کھل کر انکار کرسکیں۔ اس کی ایک مثال ''نطشے'' کا یہ اعلان ہے کہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ خدا مر چکا ہے۔ لوگوں نے کہا ہے اور سچ کہا ہے کہ نطشے اس سلسلہ کا منطقی انجام

تھا جس کا آغاز لوتھر نے کیا تھا۔ اسی نطشے کے بارے میں اقبالؒ نے فرمایا ہے۔

اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں

تو اقبال اس کو سمجھاتا مقام کبریا کیا ہے

سول معاشرہ مذہبی معاشرے کے ملبے پر قائم ہوتا ہے:

سول معاشرہ کا تصور مغرب سے ہمارے یہاں آیا ہے۔ یورپ میں مذہبی معاشرے کو تباہ و برباد کر کے سول معاشرہ قائم کیا گیا۔ ان معنوں میں سول معاشرہ کا تصور مذہبی معاشرہ کی عین ضد ہے۔ سول معاشرہ ایک بے دین معاشرہ ہوتا ہے۔ جس طرح مغربی فکر مذہبیت سے بے دینی کی طرف ایک تدریج کے ساتھ گامزن ہوئی کہ پہلے تو مذہب کا ایک لبرل تصور پیش کیا گیا اور اس کے بعد یہ ممکن ہو سکا کہ خدا کا براہ راست رد کیا جا سکے اسی طرح مذہبی معاشرے سے سول معاشرہ کی طرف سفر ایک تدریج کے ساتھ طے ہوا ہے۔ اسی طرح سول معاشروں کے لیے جو فکری اور فلسفیانہ جواز فراہم کئے گئے ان میں بھی ہمیں تدریج کا یہ عمل کار فرما نظر آتا ہے۔ زیر نظر سلسلہ مضمون میں ہم یورپ میں مذہبی معاشروں کو تباہی اور سول معاشرہ کے مقام اور سول معاشروں کے لیے پیش کیے گئے جوازات کا تاریخی اور فکری جائزہ پیش کریں گے۔ اس جائزہ کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان میں سول معاشرہ کو قائم کرنے کے لیے کی جانے والی مختلف کوششوں کو ان کے صحیح تاریخی تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی جائے۔ اس سلسلہ کے آخری مضمون میں پاکستان میں سول معاشرہ کے قیام کی کوششوں کا جائزہ لیا جائے گا۔ اور ان کے سدباب کے لیے ابتدائی تجاویز کا ایک خاکہ پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

ازمنہ وسطیٰ کے مذہبی معاشروں کا قیام: دو اصول

قرون وسطیٰ کے مذہبی معاشرے جن اصولوں پر قائم تھے وہ بنیادی طور پر دو تھے۔

۱۔ حاکمیت کی سند اور جواز مذہبی تھی۔ اس جواز کا ابتدائی خاکہ سینٹ آگسٹائن Saint Augustine نے پیش کیا۔ اس نے اپنی کتاب City of God میں خدا کے شہر اور آدمی کے شہر کی ہم موجودیت کی دلیل پیش کی۔ خدا کے شہر پر پوپ اور چرچ کی حکمرانی ہوگی جب کہ آدمی کے شہر پر بادشاہ کی حکمرانی ہوگی۔ دنیاوی اور دینی قیادت کی یہ تفریق اس لحاظ سے مذہبی تھی کہ اس تقسیم کا جواز مذہبی تھا اور ایک مذہبی سند نے تجویز کیا تھا۔ اس کا مماثل نظام ہمارے زمانے میں سلطنت سعودیہ کے قیام کے وقت آل شیخ اور آل سعود کے درمیان مذہبی اور دنیوی اقتدار کے درمیان تقسیم کے سلسلہ میں ہوا تھا۔ دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ موخر الذکر ایک سیاسی معاہدہ ہے جس کا مذہبی جواز کبھی بیان نہیں کیا گیا جب کہ اول الذکر کا مذہبی جواز تفصیلاً فراہم کیا گیا تھا۔ اس نظام کو عموماً سیکولرازم کی ایک شکل سمجھا گیا ہے لیکن یہ نظام ان معنوں میں سیکولرازم نہیں تھا کہ اس میں زندگی کے کسی شعبہ کو مذہب کی دسترس سے باہر نہیں رکھا گیا تھا۔ مذہبی اور دنیاوی امور کی نظری تفریق اور بعد میں بڑھتی ہوئی عملی تفریق کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ عیسائیت کے پاس اپنا قانون یعنی فقہ نہیں تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو رد کر کے دوسری صدی کی عیسائیت نے اپنی موت کا پروانہ اپنے آغاز میں ہی لکھ دیا تھا۔]

عیسائیت کی تباہی کا سبب: علم فقہ سے محرومی:

عیسائیت کی تباہی اور گمراہی کی بنیادی وجہ شریعت موسوی کا انکار تھا۔ شروع میں کچھ عرصہ تک عیسائیت کے ایک فرقہ جسے ''ناصریہ'' کہا گیا ہے [قرآن مجید میں انہیں کو نصاریٰ کہا گیا ہے] شریعت موسوی کو ترک کرنے سے انکار کیے رکھا اور ایک عرصہ تک تعذیب و تضحیک کا شکار رہے۔ لیکن بالآخر اس گروہ کے زیادہ تر افراد کو عیسائی اکثریت نے اپنے اندر جذب کر لیا۔

اس ناصریہ [Nazarenes] فرقہ کی وہ باقیات جنہوں نے عیسائی اکثریت کے اندر ضم ہونے اور شریعت موسوی کو ترک کرنے سے انکار کیا۔ یہ فرقہ عیسائی تاریخ میں [Ebionitrs] کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اس چھوٹے سے گروہ نے تقریباً تین سو سال تک استقامت کے جادہ پر اپنے آپ کو گامزن رکھا اور اس دوران عیسائی اکثریت اور یہودیوں کے ظلم وستم کا یکساں شکار رہے۔ [دوسروں کے علاوہ ایڈورڈ گبن نے اپنی کتاب The Dicline and Fall of the Roman Empir میں ان دونوں فرقوں کا مختصراً ذکر کیا ہے]۔ بادشاہ جو کچھ بھی کرتے تھے اس کا جواز مذہب میں ہی تلاش کرتے تھے۔قرون وسطیٰ کے بادشاہ عمومی طور پر یورپ کے مذہبی قائد ''پوپ'' کی حکومت کو تسلیم کرتے تھے۔ بادشاہوں کے الوہی اختیارات کے عقیدے کا تصور عام خیال کے برعکس قرون وسطیٰ کی تہذہب میں موجود نہیں تھا۔ یہ خیال سب سے پہلے تحریک اصلاح نے پیش کیا تھا اور یہ خیال بھی بعد میں موجودہ قوم پرستانہ ریاستوں کی بنیاد بنا۔

چرچ کے مقابلے میں انسان کی خودمختاری: لوتھر کا دعویٰ :

لوتھر اور پروٹیسٹنٹ تحریک نے ایک طرف تو چرچ کے مقابلہ میں انسان کی خودمختاری کا پرچار کیا لیکن دوسری طرف اس نے دنیاوی حکومتوں اور حکمرانوں کی مکمل تابعداری کے عقیدہ کو فروغ دیا۔لوتھر کے خیال میں دنیاوی حکومتوں اور قوانین کی پیروی اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر نظام دنیوی کا قیام اور تسلسل ناممکن ہو جائے گا۔ کیوں کہ بصورت دیگر:

"every one would become a judge against the other, no power no authority, no law or order would remain in the world; there would be nothing but murder and bloodshed" [Admonition to peace]

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس دلیل کی بنیاد پر دنیاوی سند کو قبول کرنا لازمی ٹھہرتا ہے اسی سند کی بنیاد پر دینی سند کو قبول کرنا کیوں لازمی نہیں ٹھہرتا؟ ظاہر ہے کہ لوتھر کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔

لوتھر نے دنیا کو دین کی میزان سے خارج کردیا:

کیتھولک چرچ نظری طور پر بھی عملاً بھی دنیاوی سند کا محاسبہ کرنا اپنا فرض منصبی خیال کرتا تھا لیکن لوتھر اس کو رد کرتا تھا۔لوتھر کے خیال میں اس فیصلہ کرنا کہ دنیاوی نظام، نظام عدل ہے یا غیر عدل ہے خدا کا کام ہے اور ظاہر ہے کہ خدا زمین پر اتر کر اس کا فیصلہ نہیں کیا کرتا اس لیے دنیاوی نظام کو جانچنے کا کوئی پیمانہ اس نظام کے اپنے پیمانوں کے سوا نہیں ہوسکتا ہے۔لوتھر لکھتا ہے۔

"What is the justice of the world other than every one does what he owes in his estate, which is the law of his own estate; the law of man or woman, child, servant or maid in the house, the lawof the citizen or of the city in the land" [Werke]

پوچھنے والا لوتھر سے یہ پوچھنے کی تمنا کرسکتا ہے کہ اس کی اپنی دلیل ہی کی بنیاد پر کیتھولک چرچ کے نظام کو جانچنے کا پیمانہ پروٹیسٹنٹ تعلیمات نہیں ہوسکتیں سو وہ کس بنیاد پر کیتھولک چرچ کے خلاف اپنی تیشہ زنیوں کو جائز قرار دیتا ہے؟ لیکن اس سوال کے جواب کی توقع لوتھر سے رکھنے والا شاید تہذیبوں کی حرکیات سے بالکل بے خبر ہے۔

بادشاہ اس زمین پر خدا ہے اس کی اطاعت فرض ہے: لوتھر

اسی دلیل کی بنیاد پر لوتھر دنیاوی سند کے خلاف بغاوت کو ناجائز قرار دیتا ہے۔

"the fact that the authority is wicked and unjust does not excuse tumult and rebellion. For it is everyone who is competent to punish wickedness, but only the wordly authority which wields the authourity" [Admonition to peace]

لیکن خود اس سند کو پرکھنے اور جانچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کیوں کہ سند کو جانچنے کا پیمانہ خود سند کے اندر ہی مضمر ہے اس کے باہر نہیں ہے۔ سند خود اپنے آپ کو کیوں کر مورد الزام ٹھہرائے گی؟ پھر لوتھر اس دلیل کو صرف دنیاوی سند کے حوالے سے ہی برتتا ہے دینی سند کے لیے اس کی اپنی سند موجود ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوتھر کے خیال میں خدا کی مرضی یہی ہے کہ دنیاوی سند کی ہر حال میں مکمل تابعداری کی جائے۔ بادشاہ کے باغیوں کے لیے نہ اس دنیا میں کوئی رحم ہے نہ آخرت میں ان پر کوئی رحم کیا جائے گا۔

"Mercy is neither here nor there; we are now speaking of the word of God, whose will is that the king be honoured and rebels ruined, and who is jet surely as merciful as we are... if you desire mercy do not become mixed with rebels, but fear authourity and good" [An open letter on the harsh book against the Peasent]

پروٹسٹنٹ ازم یوروپ میں قوم پرستی کی بنیاد ٹھہرا:

لوتھر نے اس طرح بادشاہوں کے الوہی اختیارات کا تصور پیش کیا اور یہی یورپ میں قوم پرستی کی بنیاد بنا۔ یہ نظریہ جدیدیت کی بنیاد ہے اس کا تعلق نہ تو عیسائیت سے ہے نہ اسلام سے اور نہ ہی مشرق و مغرب کی پرانی تہذیبوں سے ہے۔ یہ صرف لوتھر کا کارنامہ ہے اور اس پر مارکس سے بہتر تبصرہ کسی نے نہیں کیا ہے۔

لوتھر کی دین دشمنی پر مارکس کا تبصرہ:

"Luther, without question, defeated servitude through devotion, but only by substituting servitude through conviction. He shattered the faith in autourity, by restoring the authourity of faith... He freed man from external religousity by making religousity the innermost essence of the man" [Introduction to the critique of hegel's Philosophy of Right].

معاشی اور پیداواری عمل کا مقصد صرف ضرورت پورا کرنا تھا:
لوتھر کے بعد اس کا مقصد بڑھوتری برائے بڑھوتری ہو گیا:

الف۔ مذہبی زندگی کو انسان کی اندرونی زندگی تک محدود کر کے لوتھر نے اسے تاملات اور تفکرات کا بے ضرر کھیل بنا دیا۔ مذہب کے خارجی مظاہر، اس کے نظام کو منہدم کرنے کے بعد دنیاوی سند کی مطلق العنانیت کا نظریہ ایک منطقی اور واحد موجود حل کے طور پر باقی بچ رہا تھا۔

ب۔ معاشی اور پیداواری عمل کی بنیاد ضرورت تھی۔

زہد و فقر کی معیشت اور سرمایہ دارانہ معیشت کا فرق؟

معاشی عمل میں شرکت اس لیے کی جاتی تھی، اور پیداواری عمل کو اس لیے روبہ عمل لایا جاتا ہے کہ اس کی مدد سے

انسان کی ضرورت اور استعمال کی اشیاء پیدا کی جاسکیں اور انہیں بہم پہنچائی جاسکیں۔ معاشی عمل اور پیداواری عمل خود مقصود نہیں تھا بلکہ مقصود حاصل کرنے کا ذریعہ تھا۔ منافع بھی صرف اس حد تک حاصل کیا جاسکتا تھا اور جائز سمجھا جاتا تھا جہاں تک وہ ضروریات کے پورا کرنے کے لیے ضروری ہوتا تھا۔ منافع برائے منافع یا غیر محدود منافع جو بعد میں جاکر بڑھوتری برائے بڑھوتری۔ [Accumulation for The sake of accumulation] شکل اختیار کرتا ہے، قرون وسطیٰ معیشت کے لیے اجنبی تصور تھا۔ جس معیشت کی بنیاد ضرورت اور استعمال کی بنیاد پر رکھی جاتی ہے اس معیشت کو ہم زہد، قناعت اور فقر کی معیشت کہتے ہیں۔ اس کے برعکس جس معیشت کی بنیاد بڑھوتری برائے بڑھوتری کی بنیاد پر رکھی جاتی ہے ایسی معیشت کو ہم سرمایہ دارانہ معیشت کا نام دیتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ معیشت کسی بھی معاشرے میں اس وقت قائم ہوتی ہے جب اس معاشرے میں زہد، قناعت اور فقر ختم ہوجائے اور اس کی جگہ حرص وحسد عام ہوجائے۔ کسی بھی معاشرے میں حرص وحسد کی عمومیت کا نام ہی سرمایہ داری ہے۔ قرون وسطیٰ میں عیسائیت نے معاشرے میں زہد وقناعت اور فقر کو فروغ دینے اور حرص وحسد کو روکنے کے لیے جو نظام تشکیل دیا تھا اس کے تین اہم ستون تھے۔ [اس مضمون میں ہم انگلستان کو بطور حوالہ لیں گے۔]

ا۔ حرص وحسد کو روکنے کے لئے شہروں اور قصبوں میں گلڈز کا نظام:

یہ گلڈز پیشہ ور انجمنوں کے طرز پر بنائی گئی تھیں اور ان کا بنیادی مقصد قیمتوں پر قابو رکھنا تھا۔ یہ گلڈز پیشہ ور لوگوں اور کاروباری حضرات کے درمیان عیسائی معاشی تعلیمات اور کلیسا کے کاروباری قوانین کے عمل کو یقینی بناتی تھیں۔ ان گلڈز کا سربراہ عمومی طور پر کوئی عیسائی بزرگ [Saint] ہوتا تھا۔

برعظیم پاک وہند اور انگلستان کا جاگیردارانہ نظام: تقابلی مطالعہ:

ب۔ دیہی سطح پر قرون وسطیٰ کا جاگیردانہ نظام تھا۔ عام خیال کے برعکس مجموعی طور پر یہ نظام، نظام عدل تھا اور عیسائی اخلاقی تعلیمات اور کلیسا کے قوانین کا پابند تھا۔ ہمارے ہاں جس جاگیردارانہ نظام سے لوگ واقف ہیں وہ قرون وسطیٰ کا جاگیردانہ نظام نہیں ہے بلکہ وہ اس جاگیردانہ نظام سے واقف ہیں جو اس عیسائی نظام کے کھنڈرات پر تعمیر ہوا تھا۔ ہمارے ہاں جاگیردارانہ نظام کے بارے میں لوگ علمی حقائق کا بہت کم ادراک رکھتے ہیں۔ جاگیردارانہ نظام کے بارے میں ہمارے ہاں تحریریں عموماً Polemical اور حقائق سے دور ہیں۔ مثلاً عمومی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مغل دور کا نظام جاگیردانہ نظام تھا حالانکہ اس کا دعویٰ وہی شخص کرسکتا ہے جو جاگیردانہ نظام کے تاریخی تصور سے بالکل نابلد ہو۔ برصغیر پاک وہند میں جاگیردانہ نظام انگریزوں نے اپنے استعماری مقاصد کے حصول کے لیے مسلط کیا تھا اور اسے لبرل اور جدیدی انقلاب سے ماقبل کے عیسائی جاگیرداری نظام سے کوئی نسبت نہیں تھی۔ [جاگیرداری نظام کی بدلتی ہوئی تاریخی شکلوں کے بارے میں دیکھو Helen M.Cam, The Decline and Fall of English Feudalism]

قرون وسطیٰ کے عیسائی جاگیردانہ نظام کی دو اہم خصوصیات تھیں:

ا۔ جاگیردار کے لیے زمین بنیادی طور پر منافع کے حصول کا ذریعہ نہیں تھی۔ زمین بنیادی طور پر سیاسی اور معاشرتی ذمہ داریوں کی علامت تھی۔ اور یہ صرف انگلستان تک محدود نہیں تھا بلکہ جہاں جہاں جاگیردانہ نظام موجود رہا ہے وہاں وہاں زمین کو بنیادی طور پر معاشرتی، سیاسی ذمہ داری کی علامت سمجھا گیا ہے۔ زمین کو بنیادی طور پر منافع کا ذریعہ قرار دینا جاگیردانہ نظام کے لیے ایک اجنبی چیز تھی۔ ''بیرانگٹن مور'' کے الفاظ میں دنیا کے ہر حصے میں جہاں جاگیرداری نے فروغ پایا ملکیت زمین و جاگیر مجرد ملکیت نہیں تھی بلکہ اس کے ساتھ بے شمار ذمہ داریوں کا بوجھ تھا جس کا شمار ممکن نہیں:

"In all parts of the world where feudelism grew up, the ownership of land was always burdened with a great variety of obligation to other persons."

۱۔عزت واحترام کا معیار پیسہ و دولت نہیں تھی:

۲۔سخاوت، حسن سلوک عدل معیارعزت تھے:

۲۔ معاشرتی قدر اور عزت کا معیار پیسہ اور دولت نہیں تھی۔ عزت کا معیار عدل کا نفاذ، سخاوت، ماتحت افراد سے بہتر سلوک کرنا وغیرہ سمجھے جاتے تھے۔ معاشرتی اقدار اور ان کے درمیان ترجیحات کا تعین عیسائی تعلیمات کرتی تھیں۔ پیسہ دولت یا دھن اقدار کی ترجیحات کا پیمانہ نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ Tonney کے مطابق جاگیردارانہ نظام میں ''متعدد قطعات زمین کا حاصل ہونا اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ اہم تھا کہ ان سے منافع کس قدر حاصل ہوتا تھا۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ زمین کی کثرت معاشرتی اور سیاسی ذمہ داری میں اضافہ کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

قرون وسطیٰ کا جاگیردارانہ نظام عدل پر مبنی تھا:

کسان جاگیردار کی زمین پر کام کرتا تھا لیکن اس کے علاوہ اسے زمین کے چھوٹے چھوٹے قطعے میسر ہوتے تھے جہاں نہ صرف وہ کاشت کرتا تھا بلکہ اس کاشت کا تنہا وارث بھی ہوتا تھا۔ ان چھوٹے چھوٹے قطعات پر مشتمل زمین کو مشترک زمین کہا جاتا تھا۔ کسان اس زمین کے قانونی مالک نہیں تھے لیکن وہ اس بات کے حقدار تھے کہ اس پر فصل کاشت کریں، فصل کاشت کرنے کے بعد وہاں اپنے مویشیوں کو چرائیں، اور جلانے کے لیے لکڑیاں کاٹ سکیں وغیرہ۔ تمام بڑے بڑے مؤرخ اس بات پر متفق ہیں کہ قرون وسطیٰ کا جاگیردانہ نظام، نظام عدل تھا۔ کسانوں کو زندگی کی بنیادی ضروریات میسر تھیں اور وہ معاشی طور پر خوشحال تھے۔

عیسائی خانقاہیں غرباء کی مددگار و معاون تھیں:

ج۔ قرون وسطیٰ کے عیسائی نظام کا تیسرا ستون خانقاہوں اور چرچوں کا نظام تھا۔ چرچ عیسائیت کی علمیاتی برتری کا محافظ اور فروغ دہندہ تھا۔ وہ اس سارے نظام کا نگراں بھی تھا۔ خانقاہی نظام وہ روحانی ماحول قائم رکھنے اور قائم کرنے کا ذمہ دار تھا جس میں زہد و قناعت پرورش پاتے تھے جب کہ حرص وحسد کا قلع قمع ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرون وسطیٰ کے معاشروں میں عمومی طور پر آخرت کو دنیا پر ترجیح دی جاتی تھی۔ خانقاہوں نے غریبوں کی امداد کے لیے پورا نظام قائم کیا ہوا تھا جس کے نتیجہ میں بے سہارا اور بے آسرا لوگوں کو مدد فراہم کی جاتی تھی۔ عیسائی بادشاہوں نے اس نظام امداد کو جاری وساری رکھنے کے لیے خانقاہوں کے نام بڑی بڑی جاگیریں وقف کی ہوئی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرون وسطیٰ کے جاگیرداری نظام کو ختم کرنے کے لیے عیسائیت اور چرچ کو شکست دینا انتہائی اہم بلکہ سب سے زیادہ اہم تھا۔ سرمایہ دارانہ علمیت اور سرمایہ دارانہ اقدار کی فتح عیسائی، علمیت اور عیسائی اقدار کی شکست کے بغیر ناممکن تھی۔

یوروپ میں سول معاشرہ مذہبی معاشرے کے ملبے پر قائم کیا گیا:

یہ تھا قرون وسطیٰ کا مذہبی معاشرہ جس کو تباہ کر کے یورپ میں سول معاشرہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اس سے پہلے کہ بالترتیب ہم یہ دیکھیں کہ کس طرح اس مذہبی معاشرے کو بے دین [سول] قوتوں نے شکست دی، یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ عیسائیت کو یورپ میں اس تمام نظام عدل کے باوجود کیوں شکست ہوئی؟ اس کی دو بنیادی وجوہات تھیں۔

عیسائیت نے بت پرستی اور جدید فکر سے سمجھوتہ کیا!

۱۔ اوّل خود عیسائیت اس کی ذمہ دار تھی۔ اس نے یورپ میں اپنے آپ کو قابل قبول بنانے کے لیے عقائد کے

میدان میں بت پرستی اور یورپی فکر سے بنیادی مفاہمت اور سمجھوتا کرلیا۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دے کر مذہب کی بنیادوں کو کفر وشرک سے آلودہ کردیا۔ ظاہر ہے کہ عیسائیت کے تمام اچھے کاموں کے باوجود اس کا شرک اس کے زوال کا سبب بنا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ صرف اسلام ہی مغرب کی بت پرستانہ تہذیب کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ اس لیے مغرب کے مادہ پرستی سے بیزار تمام غیر مسلموں [بشمول عیسائیوں کے] کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اسلام قبول کرلیں۔

ہائیڈ یگر کیتھولک عیسائیت سے نفرت اور یونانیت سے محبت کرتا ہے:

روم ویونان کی بت پرستی کے مداح عیسائیت کے قاتل تھے:

ب۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ عیسائیت کے غلبہ کے باوجود یورپ میں ایسے لوگ ہمیشہ اچھی خاصی تعداد میں موجود رہے جو عیسائیت کے مقابلے میں یورپ کی پرانی بت پرستانہ تہذیب اور روم ویونان کے عظمت کے دور کی بازیابی کے لیے کوشاں رہے۔ یہ لوگ عیسائیت کو مشرق کا مذہب اور دین کا غاصب سمجھتے تھے۔ یہ لوگ عیسائیت کو روم کی عظیم بت پرست سلطنت کے زوال کا باعث سمجھتے تھے۔ یہ ہمیشہ عیسائیت کو تباہ کرنے کے لیے کوشاں رہے اور بالآخر اس میں کامیاب ہوگئے۔ عیسائیت کے خلاف اس نفرت کا اظہار موجودہ زمانے میں سب سے زیادہ شدت کے ساتھ مشہور جرمن مفکر ''ہائیڈ یگر'' کے تصورات میں ہوتا ہے جس کی فکر معاصر جدیدی فکر کا اہم ترین سرچشمہ ہے۔ ''ہائیڈ یگر'' کی لاطینیت کی ہر شکل سے نفرت اور اصلی یونانیت کی طرف رجوع کی دعوت اس کی عیسائیت کے خلاف نفرت کے اظہار کی شکل ہے۔ لوتھری تحریک اصلاح کو وہ یونانی عیسائیت کہتا ہے اور اس کا وہ مداح ہے حالانکہ ''ہائیڈ یگر'' ایک کیتھولک گھرانے کا چشم وچراغ تھا لیکن وہ کیتھولک عیسائیت سے شدید نفرت کرتا ہے۔ وہ کیتھولک اور لاطینی عیسائیت کو یورپی فکر کی کجی کا ذمہ دار گردانتا ہے۔

انگلستان میں سب سے پہلے مذہبی معاشرے کا خاتمہ ہوا:

اب آیئے اس بات کا مختصراً جائزہ لیں کہ کس طرح مذہبی معاشرہ کو یورپ میں تباہ کیا گیا اور کس طرح اس کی جگہ سول معاشرہ نے لے لی۔ ہم اس سلسلہ میں انگلستان کی مثال کو لیں کیونکہ انگلستان میں ہی سب سے پہلے مذہب کو انقلاب عظیم [Glorious revolution] کی شکل میں 1689ء کو فیصلہ کن شکست ہوئی اور سب سے پہلے یہیں سول سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا۔

عیسائیت کی پہلی شکست علمیاتی میدان میں:

ا۔ سب سے پہلے جس میدان میں عیسائیت کو شکست ہوئی وہ علمیاتی میدان تھا۔ عیسائیت کی علمی برتری ختم ہوگئی۔ اس کا فیصلہ کن اظہار ''تحریک اصلاح'' کی صورت میں ہوا جس کے ذریعہ ہر فرد اور ہر قوم کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ کلیسا کی ہر تعبیر، تشریح اور تفسیر کو رد کرسکے۔ اس کے نتیجہ میں بادشاہوں نے آہستہ آہستہ پاپائے روم کی سلطنت سے نکلنا شروع کردیا جس کے نتیجہ میں عالمگیر عیسائی ریاست تباہ ہونے لگی اور اس کے نتیجہ میں قومی ریاستیں وجود میں آنے لگیں۔ انگلستان نے ہنری ہشتم کی بادشاہت کے دوران روم سے علیحدگی اختیار کی [گوکہ اس میں ہنری ہشتم کی ذاتی اغراض کا دخل کسی علمیاتی دلیل کے مقابلے میں زیادہ تھا]۔ ہنری ہشتم کے دور میں ہی میں 1536ء سے لے کر 1539ء کے درمیان بڑی بڑی عیسائی خانقاہیں ختم کردی گئیں اور ان کی جاگیریں بادشاہ نواز جاگیرداروں میں تقسیم کردی گئیں۔ ہنری ہشتم کے جانشینوں نے انگلستان میں تحریک اصلاح کی اس یلغار کو روکنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ عیسائیت کی علمی شکست کا یہ حال تھا کہ جامعہ کیمبرج جو عیسائیت کا گڑھ تھی، تحریک اصلاح کا گڑھ بن چکی اور صرف تین صدیوں کے عرصے میں یہ ممکن ہوسکا کہ اس جامعہ میں رسل اور وٹگنسٹائن نے درس دیئے۔

چودھویں اور پندرہویں صدی میں یہ سوچنا بھی شاید محال تھا۔

۲۔ اس علمیاتی تبدیلی کے نتیجہ میں زہد، قناعت اور فقر کی معاشرتی برتری ختم ہونے لگی اور لوگوں میں حرص وحسد عام ہونا شروع ہوا۔ حرص وحسد کے جواز کے لیے مذہبی جواز اور دلیلیں فراہم کی جانے لگیں۔ جس طبقے میں انگلستان میں سب سے پہلے حرص وحسد عام ہونا شروع ہوا وہ بڑے زمینداروں کا طبقہ تھا جس میں مختصر تعداد میں کچھ چھوٹے زمیندار اور بہت ہی قلیل مقدار میں کچھ کسان بھی شامل تھے۔ زمینداروں میں حرص وحسد عام ہونے کے نتیجہ میں دو تبدیلیاں آئیں:

زیادہ سے زیادہ نفع کمانا مقصد زندگی بن گیا:

ا۔ عیسائی معاشرہ میں زمین منافع کے حصول کا ذریعہ نہیں تھی لیکن اس تبدیلی کے نتیجہ میں زیادہ سے زیادہ منافع کمانا ان کا مقصد زندگی بن گیا تھا۔ پرانے نظام میں لوگوں کا بنیادی زرعی مسئلہ یہ تھا کہ وہ کون سے طریقے اپنائے جائیں جس کے نتیجہ میں زمین پر آباد زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مدد بہم پہنچائی جاسکے جب کہ نئے نظام میں بنیادی مسئلہ یہ ہوگیا کہ زمین میں سرمایہ کاری کا بہترین طریقہ کیا ہوگا۔ زمین سیاسی وسماجی ذمہ داری کی علامت کے بجائے موجودہ سرمایہ دارانہ انداز میں نجی ملکیت بن گئی جس کو بیچا، خریدا جاسکتا تھا اور اپنے مفادات کے حصول کے لیے استعمال کیا جاسکتا تھا۔

TONNEY لکھتا ہے۔

"In the turbulent days of the fifteenth century land had still a military and social significance apart from its economic value; lords had ridden out at the head of their retainers to convince a bad neighbours with bows and bills and a numerous tenantry had been important than a high pecunniary retrun from the soil".

لیکن حرص وحسد کے عمومی فروغ کے نتیجے میں دو صدیوں کے اندر یہ تمام تصورات یکسر طور پر تبدیل ہوگئے۔ تبدیلی کے نتائج بھی ''ٹونی'' کی زبانی سنئے:

"[This change] marks the transition from the mediavel conception of land as the basis of political functions and obligations to the modern view of it as an income yielding investment. Landholding tend, in short, to become commercialised:.

ب۔ عزت اور معاشرتی قدر کا معیار عدل نہیں رہا بلکہ دولت اور پیسہ بن گئے۔ ''زاگورن'' کے الفاظ میں:

"The aristocratic order survived but in a new shape, for money more than birth was now its basis. And parliment itself became the instrument of landed capitalists, whig and Tory both, and their connections and allies..." [English revolution.]

جاگیردار سرمایہ دار بنے تو کسان بے روزگار ہوگئے:

صحیح معنوں میں جاگیردار سرمایہ دار بن گئے تھے۔ ہمارے یہاں لوگ اسی سرمایہ دارانہ جاگیرداری نظام کو جاگیرداری نظام کی واحد شکل سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب جاگیردار سرمایہ دار ہوگئے تو عدل کے بجائے ظلم کرنے لگے۔ اور اس ظلم کا سب سے بڑا نتیجہ یہ نکلا کہ قرون وسطیٰ میں جو کھلی زمینیں کاشتکاروں کو کاشت کے لیے اور مویشی چرانے کے لیے اور لکڑیاں اور دوسرا سامان زیست حاصل کرنے کے لیے دے رکھی تھیں وہ ان سرمایہ دار جاگیرداروں نے واپس لینا شروع کردیں جس کے نتیجہ

میں لاکھوں کسان بے روزگار ہوگئے اور ان میں سے کچھ تو شہروں کا رخ کر گئے، کچھ ان ہی سرمایہ دار جاگیرداروں کے ہاں مزدور لگ گئے جب کہ بیشتر فقر و فاقہ پر مجبور ہوئے۔ ہزاروں عورتیں عصمت فروشی پر مجبور ہوئیں۔ ایک سو سال کے اندر خود کفیل اور نظام عدل کا بہترین نمونہ انگلستان کے گاؤں اور کھاتے پیتے کسان تباہ برباد ہوگئے اب حرص وحسد اور ظلم وستم کا یہ سارا کھیل قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے کھیلا گیا تھا۔ سارے عمل کا جواز پارلیمنٹ سے حاصل کیا گیا۔

پارلیمنٹ سرمایہ داری جمہوریت کا گٹھ جوڑ: غرباء کے خلاف:

پارلیمنٹ نے ان سرمایہ دار جاگیرداروں کے مفادات اور حقوق کا تحفظ کرنے کے لیے ان غریب کسانوں کو ان کے رزق سے محروم کرنے کے لیے نجی ملکیت کے تحفظ کے نام پر قوانین بنائے اس کی وجہ یہ تھی کہ پارلیمنٹ پر سرمایہ دار جاگیرداروں کا قبضہ تھا۔ پارلیمنٹ اور سرمایہ داری، جمہوریت اور سرمایہ داری کے درمیان گٹھ جوڑ آج تک جاری ہے۔ جو عمل دیہی علاقوں میں ہوا وہی عمل چھوٹے شہروں اور قصبوں میں بھی دہرایا گیا۔ جاگیردار جو اب سرمایہ دار بن چکے تھے شہروں میں صنعتیں لگانے لگے۔ انہوں نے شہر کے چھوٹے سرمایہ داروں کو اس سارے عمل میں اپنا شریک بنالیا۔ جاگیردار، سرمایہ داروں اور شہر کے بورژ واطبقے کے گٹھ جوڑ اور اس کے نتیجہ میں کسانوں کی تباہی کے کھنڈرات پر موجودہ جمہوریت کی بنیاد رکھی گئی۔ آہستہ آہستہ دوسرے طبقوں کو بھی اس عمل میں شریک کیا جاتا رہا لیکن اس کا واحد معیار یہی تھا کہ وہ طبقات حرص وحسد کو قبول کرلیں اور بے دینی کے آلہ کار بن جائیں۔ جن طبقات کے بارے میں یہ خیال تھا کہ وہ حرص وحسد کی حکومت قبول نہیں کریں گے انہیں سرے سے ہی تباہ برباد کر دیا گیا جیسے کسان، جیسے عیسائی راہب وغیرہ۔

کسانوں سے زمین چھیننے کی تحریک: انکلوژر موومنٹ:

۳۔ کسانوں سے زمینیں چھیننے کی اس تحریک کا نام ''انکلوژر موومنٹ'' ہے۔ اس تحریک کی جس واحد ادارے نے مخالفت کی وہ عیسائی بادشاہ تھا۔ وہ عیسائی بادشاہ ان معنوں میں تھا کہ اس کی بادشاہت کا جواز مذہب تھا۔ پارلیمانی قوتوں نے کرامویل کی قیادت میں سرمایہ داری کی راہ میں حائل اس آخری ادارے کو بھی ختم کر دیا۔ چارلس اول کو پھانسی دے دی گئی اور عیسائی بادشاہت کو ختم کر کے اس کی جگہ دستوری بادشاہت قائم کر دی گئی۔ دستوری بادشاہت میں اصل حکومت پارلیمنٹ کی ہے۔ اور پارلیمنٹ میں حکومت کا جواز عوام ہوتے ہیں مذہب یا خدا نہیں ہوتا۔ یہ اور بات کہ ''عوام'' کی تعریف وقت گزرنے کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ پہلے صرف سرمایہ دار جاگیردار اور ان کے حلیف ''عوام'' تھے۔ بعد میں دوسرے طبقے بھی شامل ہوتے گئے۔ ''عوام'' میں شامل ہونے کے لیے بس ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ آپ سرمایہ داری کے رنگ میں رنگ جائیں۔ آپ حرص وحسد کو اپنا خدا مان لیں۔

اس مختصر سے تاریخی جائزے سے سول معاشرے کے قیام کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا پتہ چلتا ہے:

[۱] مذہبی علمیات اور مذہبی اجماع کی شکست وریخت اور اس کے نتیجہ میں غیر مذہبی علمیات اور اجماع کا فروغ۔ [۲] حرص وحسد کو معاشی جد وجہد اور نظام کی بنیاد بنا کر ان کا معاشرے میں عام فروغ۔ [۳] ایسے اداروں کی تباہی و بربادی [مثلاً خانقاہ مدرسہ] جو حرص وحسد اور ان کی علمی برتری کی راہ میں حائل ہیں۔ [۴] ایک ایسے نظام حاکمیت کا قیام جس کا جواز مذہب فراہم نہ کرتا ہو بلکہ اس کا جواز ''عوام'' فراہم کرتے ہوں۔ دوسرے معنوں میں خدا کی حاکمیت کی جگہ انسان کی حاکمیت کا قیام۔

ان شرائط کے پورا ہونے کے نتیجے میں کسی بھی جگہ مذہبی معاشرہ تباہ ہوتا ہے اور اس کی جگہ سول معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔